eISSN: 2617-3336
pISSN: 2617-3700

فروع کے مسائل میں سنت کی راہ نمائی: امام شاطبیؒ کا نقطہ نگاہ

Imam Shatabi's View on The Guidance of The Sunnah in the Problems of Pharaoh

CC BY
OPEN ACCESS

Dr Hafiza Farhan Arshad*[1]
[1] *Assistant Professor ,Head of Department of Islamic Studies, GIFT University*

DOI: https://doi.org/10.36755/iqan.v7i2.462

ABSTRACT

Islam is a complete of life,basad on two main sources: the Quran and Hadith. These sources provide clear guidance on how to live according to Islamic teachings. The Quran's interpretation is reliable only when combined with the Sunnah and Hadith, as separating them would make the Quran incomplete.

The Quran is a book of Allah's princinples and laws, which were explained through the Prophet (peace be upon him). If the Quran had fully covered all aspects of Islam, there would have been no need for additional revelations. The Quran gives general instructions, but many details are explained by the Prophet. For example, the Quran commands prayer but doesn't specify the times or methods, so we turn to the Prophet for clarification. Similarly, while the Quran commands zakat, the Sunnah provides the detailed rules for it.

Allah has prohibited many things in Islam, but these rules cannot be fully understood without the Prophet. Just as understanding the Quran is essential to understanding Islam, understanding the Sunnah is necessary to fully grasp the teachings of the Quran.

Received:
29-07-2024
Accepted:
06-08-2024
Online:
15-09-2024

KEYWORDS
Sunnah, Atraf, fundamental principles, Bay Salaf

موضوع کا تعارف:

قرآن مجید شریعت کے بنیادی اصولوں اور احکام کا مجموعہ ہے، اور اسی جامعیت کی وجہ سے یہ ہمیشہ کے لیے قابلِ عمل ہے۔ جب تک کائنات موجود ہے، قرآن کریم کی حیثیت برقرار رہے گی۔ سنتِ نبوی ان اصولوں کی وضاحت کرتی ہے، ان میں نظم اور ربط پیدا کرتی ہے، اور عمومی اصولوں سے مخصوص مسائل نکالتی ہے۔ یہ ایک روشن حقیقت ہے جس کی گہرائی کو ہر وہ اہل علم سمجھتا ہے جو

سنت کا گہرائی سے مطالعہ کرتا ہے۔ اسی وجہ سے علما اور فقہا ہمیشہ سنت پر اعتماد کرتے آئے ہیں اور نئے مسائل کے حل کے لیے اس سے رہنمائی لیتے ہیں۔ جس طرح قرآن مجید تمام شرعی دلائل کا اصل ماخذ ہے، اور اجماع و قیاس کے لئے بھی اسی سے استدال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح سنت نبوی کو بھی شریعتِ اسلامیہ کا دوسرا اہم ماخذ تسلیم کیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں بے شمار دلائل موجود ہیں جو سنت کی اہمیت اور اس کی حجیت کو اجاگر کرتے ہیں۔ مسلمانوں کا ہمیشہ سے یہ عقیدہ رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کی ایک مستقل شرعی حیثیت ہے۔ سنت کی پیروی ایمان کا حصہ ہے، اور حدیث سے انحراف قرآن سے دوری اور فہم سے بے خبری کی علامت ہے۔ سنت کے بغیر قرآن کے احکام کو سمجھنا ایک نادانی ہے۔

اطاعت رسول ﷺ:

"رسول اللہ ﷺ کی اطاعت صرف آپ کی حیات مبارکہ تک محدود نہیں ہے بلکہ آپ کی وفات کے بعد بھی قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ ایمان اور اطاعت آپس میں جڑے ہوئے ہیں؛ جہاں اطاعت ہو، وہاں ایمان بھی موجود ہوتا ہے، اور جہاں اطاعت نہیں ہے، وہاں ایمان بھی مکمل نہیں ہوتا۔ قرآن و سنت کی تعلیمات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سنت کی پیروی دین کا لازمی حصہ ہے، اور یہ صرف عبادات جیسے نماز، روزہ، اور حج تک محدود نہیں ہونی چاہیے بلکہ یہ زندگی کے ہر پہلو پر اثرانداز ہونی چاہیے۔ جیسے عبادات میں سنت کی پیروی ضروری ہے، ویسے ہی اخلاقی معاملات، کاروباری امور، حقوق العباد اور دیگر زندگی کے تمام شعبوں میں بھی سنت کی پیروی ضروری ہے۔"۔ جیسا کہ اللہ رب العزت نے:

"مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ"[1]

کا فرمان جاری کرکے دونوں مصادر پر مہر حقانیت ثبت کر دی ۔ لیکن بہت سے افراد نے قرآن کی تعلیمات کو سمجھنے میں مشکلات پیدا کی اور اس کے فرض ہونے کے بارے میں سوالات اٹھائے۔ مستشرقین اور حدیث کے مخالفین نے حدیث کی اہمیت کو کم کرکے دین اسلام میں تبدیلی لانے کی کوشش کی۔ جو کہ ایک سازش کے مترادف ہے۔ یہ بات ہر سمجھدار شخص پر واضح ہے کہ اگر انسانی عقل کو اللہ کی وحی سے روشنی نہ ملے اور اس کی مدد نہ کی جائے تو انسان اپنے طور پر قرآن کے تمام احکام اور تفصیلات کو سمجھ نہیں سکتا۔ اس لیے اسلام کی مکمل شریعت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم پیغمبرِ اسلام ﷺ کی حدیثوں سے رہنمائی لیں، تاکہ ہم

[1] القرآن الحکیم، النساء80:4

قرآن کی حقیقت اور اس کے احکام کو صحیح طور پر سمجھ سکیں۔ اگر حدیث کو اہمیت نہ دی جائے تو پھر قرآن کی صحیح تفصیل اور اس کے مقاصد کو سمجھنا ممکن نہیں ہو گا۔

حدیث پاک کی اس بے پناہ اہمیت اور تشریعی مقام کی وجہ سے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کی پیروی اور اطاعت پر اس قدر زور دیا ہے کہ اس کا شمار کرنا بہت مشکل ہے۔ ان احادیث کے مجموعے سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ اسلامی شریعت میں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دلیل اور حجت کی حیثیت حاصل ہے۔

حضرت مقدام بن معدی کرب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے:

"الاهل عسى رجل يبلغه الحديث عني وهو متكي علي اريكتة فيقول بيننا وبينكم كتاب الله فما وجدنا فيه حلالا اســتحللناه وما وجدنا فيه حراما حرمناه وان ما حرم رســول الله كما حرم الله ۔"[۲]

"سن لو! قریب ہے کہ ایک شخص تک میری طرف سے حدیث پہنچے، اور وہ اپنی آرام دہ نشست پر ٹیک لگا کر بیٹھا ہو گا، پھر وہ کہے گا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے، تو جو کچھ اس میں حلال ملے گا، ہم اسے حلال سمجھیں گے، اور جو کچھ اس میں حرام ملے گا، ہم اسے حرام سمجھیں گے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کو حرام قرار دیا ہے، وہ اللہ کے حرام کرنے کی طرح ہے۔"

حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث پاک درج ذیل باتوں پر مشتمل ہے:

(1) قرآن مجید کی طرح احادیث بھی منجانب اللہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دی گئی ہیں۔

(2) قرآن مجید کی طرح احادیث بھی احکام میں حجت ہیں۔

(3) قرآن مجید کی طرح احادیث مبارکہ پر بھی عمل لازم ہے۔

---

[۲] سجستانی، ابو داوٗد، سلیمان بن اشعث، کتاب السنۃ والاطعمۃ، بیروت: المکتبۃ العصریۃ، باب فی لزوم السنۃ، ج4، ص:400، رقم الحدیث:4604

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان آپ کی تشریعی حیثیت کے اثبات میں بالکل واضح اور صریح ہے؛ کیونکہ اس حدیث کے جملے "أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ" میں "الکتاب" سے مراد قرآن مجید ہے، اور "مثلہ" سے مراد حدیث ہے۔ اس حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر یہ بیان فرمایا ہے کہ آپ کی حدیث سے اعراض کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ حدیث سے اعراض کرنا قرآن مجید سے اعراض کرنے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا[3]

"جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے بیان کریں، اس پر عمل کرو، اور جس چیز سے وہ تمہیں روکیں، اس سے باز آجاؤ۔"

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے:

"ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خطب الناس في حجة الوداع فقال في خطبته: يا ايها الناس اني تركت فيكم ما ان اعتصمتم به فلن تضلوا ابدا: كتاب الله وسنة نبيه" "[4]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! بے شک میں نے تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑ دی ہے کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے تھام لو گے تو کبھی بھی گمراہ نہیں ہوگے، اور وہ چیز اللہ کی کتاب اور اللہ کے نبی کی حدیث ہے۔"

قرآن اور حدیث کا یہ واضح ربط بتا رہا ہے کہ دین اسلام میں حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت تشریعی اور حجت و دلیل کی ہے؛ کیونکہ جب حدیث پاک قرآن مجید کا بیان اور اس کی شرح ہے، اور بلاشک قرآن کی حیثیت تشریعی ہے، تو اس کے بیان و شرح کی حیثیت بھی تشریعی ہی ہوگی۔ یہی عقیدہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے لے کر آج تک امت کا رہا ہے۔

اسی مضمون کی ایک روایت حضرت زید بن ثابت سے مروی ہے:

"سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: نضَّر الله امرأ سمع منا حديثا فحفظه حتى

---

[3] الحشر 7:59

[4] حاکم، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، کتاب العلم، بیروت: دارالمعرفۃ، ج:1، ص:93

يبلغه غيره فإنه رب حامل فقهي ليس بفقيه ورب حامل فقهي إلى من هو أفقه منه" [۵]

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ اللہ تعالیٰ خوشحال و آباد رکھے اُس شخص کو جس نے مجھ سے حدیث سنی، پھر اسے حفظ کیا یہاں تک کہ دوسرے تک پہنچا دیا۔ کیونکہ بہت سے لوگ فقہ کو منتقل کرتے ہیں لیکن وہ خود فقہ میں ماہر نہیں ہوتے، اور بہت سے لوگ فقہ کو ایسے شخص تک پہنچاتے ہیں جو ان سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے۔"

یہ مبارک حدیث زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے علاوہ عبد اللہ بن مسعود، جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔ حدیث پاک کو براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر اسے محفوظ کرنا پھر اس کی تبلیغ اور تحدیث کرنا، اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اس پر مسرت بخش دعا کا ہونا، اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان انتہائی بلند اور اس کا فائدہ بے حد عظیم ہے۔ ورنہ یہ دعا کیوں دی جاتی؟

حدیث مبارکہ کی یہ عظمتِ شان اس کے سوا اور کیا ہے کہ یہ دین میں حجت اور احکامِ شریعت کی دلیل وبیان ہے۔ جیسا کہ خود اس حدیث کے آخری جزء "رُبّ حامل فقه ليس بفقيه الخ" سے ظاہر ہے۔

کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بابرکت فرمان ہمیں یہ احساس نہیں دلاتا کہ حدیث کو سننے والے کو بعد والوں تک پہنچانے کی ذمہ داری دی گئی ہے تاکہ وہ بھی اسی فقہ اور حکم شرعی پر عمل کریں جس پر یہ حدیث مشتمل ہے؟ اور یہ تب ہی ممکن ہے جب حدیث کو دلیل اور حجت سمجھا جائے اور شریعت کے احکام اسی سے ثابت ہوں۔

توجب یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ کتاب اللہ پر عمل پیرا ہونے کے لیے ہمیں سنت کی راہ نمائی کی ضرورت ہے، بہت سارے احکام اس نوعیت کے ہوتے ہیں کہ جب تک ہمارے سامنے ان کی وضاحت نہ آجائے تو ان پر عمل کرنا کسی لحاظ سے بھی ممکن نہیں۔ تمام ادیان کے مسائل واحکام میں کچھ تو اصول ہوتے ہیں اور کچھ اس کے فروع، کسی بھی شریعت میں ہر مسئلہ مکمل وضاحت کے ساتھ مذکور نہیں ہوتا بلکہ حالات کو مدنظر رکھ کر اصول ترتیب دے دیے جاتے ہیں تاکہ حکم ایک ہی مسئلہ کے ساتھ

---

[۵] احمد بن حنبل، مسند احمد، مسند الانصار، بیروت: دار الحدیث، القاہرہ، ج:5، ص:183،

خاص ہو کر نہ رہ جائے بلکہ زمانہ کے تغیر کے ساتھ آئندہ کبھی ایسا مسئلہ رونما ہو جائے تو اس اصول کو سامنے رکھتے ہوئے پیش آنے والے مسائل کو حل کیا جائے۔ بالکل اسی طرح کتاب اللہ ایک مجمل کتاب ہے جس کی توضیح، تبیین، تشریح سنت مطہرہ سے ہے۔

اس مضمون میں یہ واضح کرنا مطلوب ہے کہ کئی امسائل ایسے ہیں جن پر قرآن کریم میں تفصیل موجود نہیں بلکہ صرف اصولی راہ نمائی کی گئی ہے، ان مسائل کی فروعات کی وضاحت سنت مطہرہ میں کس طرح کی گئی ہے؟

امام شاطبی رحمہ اللہ نے اس بات کو دلائل سے ثابت کیا ہے کہ جس طرح سنت کتاب اللہ کے اجمال کی تفصیل میں، مطلق کی تقیید میں، عام کی تخصیص میں ہماری راہ نمائی کرتی ہے، اسی طرح سنت فروع کے الحاق میں بھی ہماری راہ نمائی کرتی ہے۔ امام شاطبی رحمہ اللہ نے اس کو ثابت کرنے کے لیے مثالیں ذکر کی ہیں جن مثالوں میں اس بات کو مکمل دلائل سے ثابت کیا ہے کہ ان مسائل کے حوالہ سے کتاب اللہ میں صرف اصول مذکور تھے، سنت نے آکر فروع کے حوالہ سے بھی ہماری راہ نمائی کی۔

اب قرآن اصول پر فروعات کو کیسے منطبق کیا جائے گا؟ قرآن کریم میں ایسے اصول ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ فروعات کا حکم بھی بعینہ وہی ہو گا جو کتاب اللہ میں مذکور اس مسئلہ کا ہے لیکن بعض قیودات ایسی جن سے نتیجہ تک پہنچنے میں رکاوٹ ہوتی ہے۔ گویا یہ اصول سنت کی وضاحت پر اعتماد کرتے ہوئے فروع پر عمل کو لازم کر دیتے ہیں۔

فرعی مسائل میں ہمیں یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیے کہ کتاب اللہ میں اگر کوئی حکم کسی واقعہ کے پش منظر میں ہے تو وہ اس کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ فروع کے لحاظ سے وہ اصول عام ہیں جہاں بھی وہ علت پائی جائے گی تو حکم اس پر منطبق ہو گا۔ یہ نہیں کہا سکتا کہ یہ حکم تو صرف اس آدمی کے حق میں خاص تھا۔ لہذا جب بھی کتاب اللہ میں کسی اصل کا ذکر ہو اور سنت میں ان معنوں کا ذکر پایا جائے جو کتاب اللہ کے اصل سے ملتے جلتے ہوں یا اس کے مشابہہ ہوں، یا اس کے معنوں کے قریب تر ہوں تو اس فروع میں بھی وہی حکم جاری ہو گا اور اس بات سے اس حکم میں کسی بھی قسم کا فرق نہیں آنے والا کہ آپ ﷺ نے وہ حکم وہ بطور قیاس کے دیا ہے یا اللہ رب العزت کی وحی سے یہ حکم صادر فرمایا ہے۔ ہاں یہ بات ضروری ولازمی ہے کہ کتاب اللہ میں جو اصول ہیں وہ ان فروع میں تفسیری معنوں کے حوالے سے منطبق آتے ہوں۔

سود کی حرمت:

امام شاطبی (رحمہ اللہ) نے سود کے مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے رقم کرتے ہیں:

أن الله عز وجل حرم الرباوربا الجاہلية الذى قالوا فيہ:(نما البيع مثل الربا)ہو فســخ الدين فى الدين، يقول الطالب: ما أن تقتضى۔ وما أن تربى، وہو الذى دل عليہ أيضـا قولہ تعالى: (وَإِن تَبْتُمْ فَلَكُمْ رُؤُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ)؛ فقال عليہ الصلاة والسلام: "وربا الجاهلية موضوع، واول ربا اضعه ربا العباس بن عبد المطلب؛ فانه موضوع كله [٦]

امام شاطبی رحمہ اللہ نے اس عبارت میں سود کے مسئلے کو بیان کرتے ہوئے بتایا کہ اللہ تعالی نے سود کو حرام قرار دیا۔ تاہم جاہلیت کے زمانے میں لوگ سودی کاروبار کرتے تھے اور ان کا یہ نظریہ تھا کہ ''إنما البيع مثل الربا''یعنی بیع بھی سود کی طرح ہے، جیسے بیع حلال ہے ویسے ہی سود کو بھی وہ حلال سمجھتے تھے۔ اس زمانے میں سود زیادہ تر قرض کی صورت میں رائج تھا، اور قرض خواہ کا مطالبہ ہوتا کہ یا تو رقم واپس کردو یا پھر اس میں مزید اضافہ کردو۔۔ اسی بات کے خاتمے کے لیے اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

"وَإِن تَبْتُمْ فَلَكُمْ رُؤُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ "[٧]

"اگر تم توبہ کرلو تو تمھیں تمہارے اصل مال واپس کیے جائیں گے، نہ تم ظلم کروگے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔"

نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا:

وربا الجاهلية موضوع، واول ربا اضعه ربا العباس بن عبد المطلب؛ فانه موضوع كله [٨]

"جاہلیت کا سود ختم کردیا گیا ہے اور پہلا سود جسے میں ختم کرتا ہوں وہ عباس بن عبد المطلب (رضی اللہ عنہ) کا سود ہے جو سارے کا سارا ساقط کیا جاتا ہے۔"

سود اس لئے حرام ہے کہ اس میں بغیر کسی قسم کی محنت کے زیادتی ہوتی ہے، تو سنت نے اس کے ساتھ تمام ان اشیا کو بھی منسلک کردیا جن میں اس طریقہ پر زیادتی ہو۔ چنانچہ آپ (ﷺ) نے فرمایا:

"الذهب بالذهب، والفضة بالفضة، والبر بالبر، والشعير بالشعير، والتمر بالتمر، والملح بالملح،

---

[٦] شاطبی، ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات، کتاب الادلۃ الشرعیۃ، الدلیل الثانی، السنۃ، المسالۃ الرابعۃ، دارالحدیث: القاہرہ، ج:4، ص:329

[٧] البقرۃ:282:2

[٨] القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی ﷺ، رقم الحدیث:1218

مثلا بمثل، سواء بسواء، يدا بيد فمن زاد او ازداد فقد اربي، فاذا اختلفت هذه الاصناف فبيعوا كيف شئتم اذا كان يدا بيد"[9]

"سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گندم گندم کے بدلے، جو جو کے بدلے، کھجور کھجور کے بدلے، اور نمک نمک کے بدلے، ان کی خرید و فروخت میں دونوں جنسیں ایک جیسی ہوں، وزن میں برابر ہوں اور نقد بہ نقد ہوں۔ اگر کسی نے ان میں اضافہ کیا یا اضافے کا مطالبہ کیا تو اس نے سود لیا۔ لیکن اگر یہ جنسیں مختلف ہوں تو جیسے چاہو معاملہ کرو بشرطیکہ وہ نقد بہ نقد ہو۔"

پھر آپ (ﷺ) نے اس کے ساتھ ایسی بیع کو منسلک کیا جو کہ ادھار ہو اور اس کی اصناف مختلف ہو اس کو بھی سود سے شمار کیا؛ اس لیے کہ کسی ایک طرف سے ادھار زیادتی کا تقاضا کرے گا اور یہ معاملہ بیع سلف[10] کے حکم میں داخل ہو جاتا ہے جس میں بغیر عوض کے نفع ہوتا ہے اور شریعت میں یہ ممنوع ہے لہذا ہر وہ معاملہ جس میں بغیر کسی عوض کے زیادتی ہو اس کو حرام قرار دیا گیا۔

نکاح کی حرمت:

وہ عورتیں جن کے بارے میں اللہ کریم کا فرمان ہے کہ ان کے ساتھ تمہارے لیے نکاح حرام ہے، قرآن کے اس اصول میں سنت کس طرح ہماری راہ نمائی کرتی ہے اس بارے میں امام شاطبیؒ لکھتے ہیں:

أن الله تعالى حرم الجمع بين الأم وابنتها في النكاح، وبين الأختين، وجاء في القرآن: (وأحل لكم ما وراء ذلكم) ؛ فجاء نهيه -عليه الصلاة والسلام- عن الجمع بين المرأة وعمتها أو خالتها من باب القياس لأن المعنى الذى لأجله ذم الجمعين أولئک موجود هنا، وقد يروى في هذا الحديث: "فنكم ذا فعلتم ذلک قطعتم أرحامكم" ، والتعليل يشعر بوجه القياس[11]

امام شاطبی (رحمہ اللہ) نے وہ عورتیں جن کے ساتھ شریعت میں نکاح کو حرام کیا گیا ہے اس کو بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے نکاح میں عورت اور اس کی بیٹی کو جمع کرنے سے منع فرمایا ہے اور قرآن کریم میں اس بارے میں اللہ تعالی کا فرمان:

---

[9] صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب الصرف وبیع الذھب، رقم الحدیث: 1587

[10] بیع سلف کا مطلب یہ ہے کہ خریدار رقم پہلے دیدے اور چیز کو ایک مدت کے بعد لے۔

[11] شاطبی، الموافقات، ج: 4، ص: 331

وَرَبَآءِبُكُمُ اللاَّتِيْ فِيْ حُجُورِكُم مِّن نِّسَآءِكُمُ اللاَّتِيْ دَخَلْتُم بِهِن ١٢

ان کے علاوہ باقی عورتیں تم پر حلال ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہ (ﷺ) نے عورت اور اس کی پھوپھی یا خالہ کو نکاح میں جمع کرنے سے منع فرمادیا۔اس بارے میں آپ (ﷺ) کا فرمان:

عن أبي هريرة رضي الله عنه: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يجمع بين المرأة وعمتها، ولا بين المرأة وخالتها. ١٣

" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت اور اس کی پھوپی کو، اسی طرح عورت اور اس کی خالہ کو ایک نکاح میں جمع نہ کیا جائے۔"

اس لیے کہ نکاح میں جو قباحت ماں اور بیٹی یا بہن کو بہن کے ساتھ جمع کرنے میں پائی جاتی ہے وہ ہی علت یہاں پائی جاتی ہے پھر اسی حدیث میں یہ بھی مروی ہے کہ جب تم نے ایسا کیا تو تم نے اپنے ارحام کو قطع کیا گویا کہ تم نے اس بارے میں اللہ تعالی کے احکام کی حرمت کو پامال کیا جو کہ سنگین گناہ ہے۔

پانی کی طہارت:

امام شاطبی (رحمہ اللہ) نے پانی کی طہارت کے مسئلہ کو ذکر کیا ہے:

أن الله تعالى وصف الماء الطهور بأنه أنزله من السماء ،وأنه أسكنه في الأرض، ولم يأت مثل ذلک في ماء البحر؛ فجاء ت السـنة بلحاق ماء البحر بغيره من المياه بأنه "الطهور ماؤه، الحل ميتته١٤

کہ اللہ تعالی نے پاک کرنے والے پانی کی یہ صفت بیان فرمائی ہے:

وَاَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاء ِ مَاء طَهُورا١٥

"کہ ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی نازل کیا۔"

---

[١٢] النساء24:4

[١٣] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لا تنکح المراۃ علی عمتھا، رقم الحدیث:5109

[١٤] شاطبی، الموافقات، ج:4، ص:331

[١٥] الفرقان، 48:25

اب اس آیت کریمہ میں سمندر کی پاکی کا کوئی ذکر نہیں ہے تو سنت نے آکر اس بات کی وضاحت کر دی کہ جس طرح دوسرے پانی پاک ہیں اسی طرح سمندر کا پانی بھی پاک ہے اور اس بارے میں آپ (ﷺ) کا فرمان:

ہو الطہور ماؤہ و الحل میتتہ[16]

" کہ سمندر کا پانی پاک اور اس کا مردار حلال ہے۔"

انسان کے اعضاء کی دیت:

امام شاطبی (رحمہ اللہ) نے دیت کے مسئلہ کو ذکر کیا ہے

أن الدية فی النفس ذکرہا اللہ تعالى فی القرآن، ولم يذكر ديات الأطراف، وہی مما يشكل قياسہا على العقول؛ فبين الحديث من دياتہا ماوضح بہ السبيل، وكأنہ جارمجرى القياس الذی يشكل أمرہ؛ فلا بد من الرجوع ليہ ويحذی حذوہ[17]

کہ قرآن میں اس بارے میں اصول ذکر ہے سنت نے اس کے ساتھ فرع کو منسلک کر دیا۔ قرآن کریم میں جان کی دیت کا ذکر تو موجود ہے اور اللہ تعالی کا فرمان:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ كُتِبَ عَلَيكُمُ الْقِصَاصُ فِیْ الْقَتْلَى۔[18]

"اے ایمان والو! تمہارے لیے قتل کی صورت میں قصاص مقرر کیا گیا ہے۔"

لیکن اطراف[19] کی دیت کا ذکر نہیں ملتا لیکن سنت نے آکر ان اطراف کی دیتوں کو بھی واضح کر دیا جس کی بنا پر مسئلہ بالکل واضح ہو گیا۔

وراثت کے حق دار:

امام شاطبی (رحمہ اللہ) نے وراثت کے مسئلہ کو ذکر کیا ہے کہ:

---

[16] سجستانی، اابو داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب الطھارۃ، باب الوضوء بماء البحر، رقم الحدیث 83

[17] شاطبی، الموافقات، ج:4، ص:332

[18] البقرۃ2:78

[19] اطراف جیسے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان، ناک، دانت، ہونٹ اور انگلیوں کا قصاص ہے

أن الله تعالى ذكر الفرائض المقدرة: من النصــف، والربع، والثمن، والثلث، والســدس، ولم يذكر ميراث العصــبة لاما أشــار ليه قوله فى الأبوين: (فن لم يكن له ولد وورثه أبواهفلأمه الثلث[٢٠]

وراثت میں جو حصے نصف، تیسرا، چوتھا، چھٹا، آٹھواں مقرر ہیں۔ قرآن کریم میں ان کا ذکر تو ملتا ہے مگر عصبہ کا ذکر نہیں ملتا۔ والدین کے بارے میں اللہ کا یہ فرمان راہنمائی کرتا ہے:

فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ[٢١]

"اگر میت کی اولاد نہ ہو اور والدین ہی وارث ہوں تو اس صورت میں والدہ کا تہائی حصہ ہے۔"

اولاد کے بارے میں حکم ربانی:

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنْثَيَيْنِ[٢٢] "اور مرد کے لیے دو عورتوں کے برابر حصہ ہے۔"

عورتوں کے حصہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ[٢٣] "پس اگر وہ دو یا دو سے زائد ہوں تو ان کے لیے دو ثلث ہیں۔"

اگر ایک عورت ہو تو اس کے بارے میں فرمایا:

وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ[٢٤] "اور اگر ایک عورت ہو تو اس کے لئے نصف ہے۔"

اب ان آیات میں ان افراد کا ذکر تو ملتا ہے جو وراثت کے حقدار ہیں لیکن یہ بات واضح نہیں ہے کہ مذکورہ افراد کے علاوہ عصبہ کون سے رشتہ دار ہوں گے جیسے دادا، چچا، چچازاد بھائی اور ایسے ہی ان کے علاوہ دوسرے رشتہ دار ہیں ان میں عصبہ کون ہو گا؟ تو سنت نے اس کی وضاحت کر دی اور وہ آپ (ﷺ) کا فرمان:

---

[٢٠] شاطبی، الموافقات، ج:4، ص:332

[٢١] النساء4:11

[٢٢] ایضا

[٢٣] ایضا

[٢٤] النساء4:11

ألحقوا الفرائض بأہلہا، فما بقی فہو لأولی رجل ذکر[25]

"وراثت کے مقرر حصے ان کے حقداروں کو ادا کرو، پھر جو وراثت سے بچ جائے وہ اس مرد رشتہ دار کا ہے جو قرابت میں میت کے سب سے قریب ہے۔"

تو کتاب اللہ میں وراثت کے اصول کی خبر دے دی گئی۔ اب باقی مال کے بارے میں جس وضاحت کی ضرورت تھی وہ آپ (ﷺ) نے فرمادی اس طرح آپ (ﷺ) نے وراثت کے فروع کو بھی بیان فرمادیا۔

رضاعت کا مسئلہ:

أن الله تعالی ذکر من تحریم الرضاعة قولہ: (وأمہاتکم اللاتی أرضعنکم وأخواتکم من الرضاعة)فألحق النبی -صلی الله علیہ وسلم- بہاتین سائر القرابات من الرضاعة التی یحرمن من النسب کالعمة والخالة وبنت الأخ، وبنت الأخت، وأشباہ ذلک[26]

اس عبارت میں امام شاطبی (رحمہ اللہ) نے رضاعت کے مسئلہ کو بیان کیا ہے اور وہ اللہ تعالی کا فرمان:

وَأُمَّهَاتُكُمُ اللاَّتِيْ أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ[27]

"تم پر وہ مائیں بھی حرام کر دی گئی ہیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری دودھ کی بہنیں بھی۔"

قرآن کریم کی آیت سے صرف ان دو رضاعی رشتوں کی حرمت ثابت ہوتی ہے لیکن اس کے علاوہ پھوپی، بھتیجی، خالہ، بھانجی وغیرہ جو رضاعت کی بناپر ہو ان کی حرمت کا کوئی ذکر نہیں۔ تو آپ (ﷺ) نے رضاعت میں بھی ان تمام رشتوں کو حرام قرار دے دیا جو نسب کی بناء پر حرام ہوتے ہیں اور نبی مہربان (ﷺ) کا فرمان:

إن الله حرم من الرضاع ما حرم من النسب[28]

"اللہ تعالی نے رضاعت کے وہ رشتے بھی حرام کر دیے ہیں جو نسب کی بناپر حرام ہیں۔"

---

[25] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الفرائض، باب میراث الولد من ابیہ وامہ، رقم الحدیث:6732

[26] شاطبی، الموافقات، ج:4، ص:332

[27] النساء4:23

[28] بخاری، صحیح البخاری، کتاب الشہادة علی الانساب، رقم الحدیث:2645

تو قرآن کریم نے رضاعت کے مسئلہ میں اصول کو ذکر کیا۔ آپ (ﷺ) نے اس اصول کو سامنے رکھتے ہوئے جو بھی اس کے تحت آسکتا ہے اس پر حکم صادر فرمایا۔

مدینہ منورہ کا حرم:

امام شاطبی (رحمہ اللہ) نے مکہ و مدینہ کے حرم کو ذکر کیا ہے کہ:

أن الله حرم مكة بدعاء براہیم؛ فقال: (رب اجعل ہذا بلدا آمنا)وقال تعالى: (أولم يروا أنا جعلنا حرما آمنا) .وذلک حرم الله مكة، فدعا رسـول الله -صـلى الله عليہ وسـلم- ربہ للمدينة بمثل ما دعا بہ براہیم لمكة ومثل معہ؛فأجابہ الله وحرم ما بين لابتيہا[۲۹]

اول تو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی دعا کی بدولت اللہ رب العزت نے مکہ کو حرم قرار دے دیا۔ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے اس بارے میں دعا کی تھی:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاہِيمُ رَبِّ اجْعَلْ ہَـٰذَا بَلَداً آمِنا[۳۰] "اے میرے پرورگار! اس مکہ کو امن والا شہر بنادے۔"

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے نتیجے میں اللہ رب العزت نے مکہ کو حرم بنایا۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے لیے بھی ویسی ہی دعا کی جیسی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لیے کی تھی۔

آپ (ﷺ) کی مدینہ کے بارے میں دعا:

إني حرمت ما بين لابتي المدينة كما حرم إبراہيم مكة[۳۱]

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے تو آپ نے دعا کی:

[۲۹] الموافقات، کتاب الادلۃ الشرعیۃ، الدلیل الثانی، السنّۃ، المسألۃ الرابعۃ، ج:4، ص:333

[۳۰] البقرۃ2:126

[۳۱] مسلم، صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فی سکن المدینۃ والصبر علی لاوائھا، رقم الحدیث، 1374

"اے اللہ! میں مدینہ کے دونوں پہاڑوں کے درمیان کی جگہ کو اسی طرح حرم بناتا ہوں جیسے
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا تھا۔"

اللہ تعالی نے اپنے پیارے پیغمبر (ﷺ) کی دعا کو قبول فرمایا اور جو کچھ دونوں سیاہ پہاڑوں کے درمیان ہے اسے حرم بنا دیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان پہاڑوں کے بارے میں فرمایا:

إني أحرم ما بين لابتي المدينة أن يقطع عضاہها،أو يقتل صيدہا٣٢

"مدینہ کے دونوں پہاڑوں کی جگہ کو میں حرم قرار دیتاہوں۔نہ اس کے درخت کاٹے جائیں اور نہ
اس کے شکار کو ماراجائے۔"

ایک روایت میں یوں ہے:

"ولا يريد أحد أهل المدينة بسوء إلا أذابَهُ الله في النار ذوب الرصاص، أو ذوب الملح في الما33

"جو شخص بھی اہل مدینہ سے برائی کا ارادہ رکھے گا اللہ تعالی اسے آگ میں یوں پگھلائے گا جیسے
سیسہ آگ میں پگھل جاتا ہے یاپانی نمک میں مل جاتا ہے۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے:

من أحدث فيها حدثا فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين، لا يقبل الله منه يوم القيامة صرفا، ولا عدلا٣٤

"جس کسی نے اس میں کوئی نئی بات پیدا کی یا ایسے شخص کو پناہ دی جس پر اللہ، فرشتوں اور سب
لوگوں کی لعنت ہے، قیامت کے دن اللہ اس سے نہ معاوضہ قبول کرے گا اور نہ بدلہ۔"

آیت کریمہ میں مکہ کی حرمت کا ذکر تھا آپ (ﷺ) نے اس کے ساتھ مدینہ کی حرمت کو شامل کیا جس کے بارے میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

---

[٣٢] ایضا،باب فضل المدینۃ،رقم الحدیث:1363

[33] ایضا

[٣٤] ایضا،باب فضل المدینۃ،رقم الحدیث:1366

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاء الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ[35]

جن لوگوں نے کفر کیا اور مسجد حرام سے روکتے ہیں۔۔۔اور جو کوئی ظلم سے اس (مکہ) میں کج روی کرنا چاہے ہم اس کو دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

خرید و فروخت:

امام شاطبی (رحمہ اللہ) نے بیع کے مسئلہ کو ذکر کیا ہے کہ:

أن الله تعالى ذكر البيع فى الرقاب وأحله، وذكر الجارة فى بعض الأشياء ؛كالجعل المشار ليه فى قوله تعالى: (ولمن جاء به حمل بعير) والجارة على القيام بمال اليتيم فى قوله: (ومن كان فقيرا فليأكل بالمعروف).وفى العمال على الصدقة كقوله تعالى: (والعاملين عليها) -وفى بعض منافع لا تأتى على سائرها؛ فأطلقت السنة فيها القول بالنسبة لى سائر منافع الرقاب من الناس والدواب والدور والأرضين فبين النبى -صلى الله عليه وسلم- من ذلك كثيرا[36]

قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے بعض اشیا پر اجرت لینے کا ذکر کیا جس طرف یہ قرآنی آیت ہماری راہنمائی کرتی ہے :

وَلِمَن جَاء بِهِ حِمْلُ بَعِيْرٍ[37] "اور جو شخص وہ برتن لے آئے اس کے لیے ایک بار شتر (غلہ اجرت) ہے۔"

وَمَن كَانَ فَقِيْراً فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ[38] "اور جو تنگ دست ہو تو دستور کے مطابق اس سے مال کھا سکتا ہے۔"

اسی طرح وہ حضرات جن کو آپ (ﷺ) نے زکوۃ وصول کرنے کی ذمہ داری سونپی تھی۔ آپ (ﷺ) نے ان کے لیے اجرت بھی مقرر فرمائی جس کے بارے میں قرآن میں یوں ہے:

---

[35] الحج 25:22

[36] شاطبی، الموافقات، ج:4، ص:334

[37] یوسف 72:12

[38] النساء 6:4

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ [39]

اسی طرح وہ عورتیں جو بچوں کو دودھ پلائے ان کے لیے بھی قرآن نے اجرت کا ذکر کیا:

فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ [40] "اگر وہ تمہارے لیے دودھ پلائے تو انہیں ان کی اجرت ادا کرو۔"

قرآن کریم نے اجرت لینے کے چند ایک مسائل کا ذکر کیا لیکن سنت نے آکر اس کو ہر قسم کے منافعوں کے لیے عام کیا۔ لوگوں میں سے غلاموں کے، چارپایوں، گھروں اور زمینوں ان سب چیزوں میں منافع کو جائز قرار دیا اور آپ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) نے اس بارے میں بہت ساری چیزوں کے بارے میں وضاحت فرمادی۔

انبیاء کرام کے خواب:

امام شاطبی (رحمہ اللہ) نے خواب کے مسئلہ کو ذکر کیا ہے کہ:

أن الله تعالى أخبر عن براهيم فى شأن الرؤيا بما أخبر به من ذبح ولده، وعن رؤيا يوسف، ورؤيا الفتيين، وكانت رؤيا صادقة، ولم يدل ذلك على صدق كل رؤيا؛ فبين النبى -صلى الله عليه وسلم- أحكام ذلك، وأن الرؤيا الصالحة من الرجل الصالح جزء من أجزاء النبوة، وأنها من المبشرات [41]

قرآن میں اس کے بارے میں اصول ذکر ہے سنت نے اس کے ساتھ فرع کو لاحق کر دیا۔ اللہ رب العزت نے اپنے پیارے پیغمبر حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو اس خواب کی خبر دی جس میں ان کو اس بات کا حکم دیا گیا کہ وہ اپنے پیارے بیٹے حضرت اسماعیل کو اللہ رب العزت کی راہ میں قربان کر دے۔ اسی طرح اللہ رب العزت نے حضرت یوسف کو ان کے اپنے خواب کی اور دونوجوانوں کے خواب بھی خبر دی۔ یہ سب کے سب سچے خواب تھے لیکن ان تمام باتوں کا سچا ہونا اس بات کی ہرگز دلیل نہیں کہ انسان جو بھی خواب دیکھے گا وہ سچا ہوگا۔ تو سنت نے آکر خواب کے احکام کو ذکر کیا۔ اس بارے میں آپ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) کا فرمان ہے:

---

[39] التوبۃ 60:9

[40] الطلاق 6:65

[41] شاطبی، الموافقات، ج:4، ص:334

الرؤيا الحسنة، من الرجل الصالح، جزء من ستة وأربعين جزء ا من النبوة[42]۔

"ایک صالح آدمی کے اچھے خواب نبوت کے اجزامیں سے چھیالیسواں حصہ ہوتے ہیں۔"

خلاصہ:

امام شاطبی (رحمہ اللہ) نے ان تمام مثالوں کے ذریعہ اس بات کو ثابت کیا ہے کہ احکام میں کچھ اصول ہوتے ہیں اور کچھ فروع۔ قرآن کریم میں اکثر احکامات کے اصول کا ذکر تو ملتا ہے لیکن فروع کی وضاحت نہ تھی۔ سنت نے اس بارے میں بھی ہماری راہنمائی کی کہ قرآن کریم میں جن احکامات کے اصول کا ذکر تھا، سنت نے آکر اس کی فروع کا الحاق بھی ان اصولوں کے ساتھ کر دیا۔

[42] بخاری، صحیح بخاری، کتاب التعبیر، باب رویاالصالحین، رقم الحدیث 6983